QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

قادیانی جماعت کے نعرے "Love for All, Hatred for None" کا تاسیسی متون کی روشنی میں تقابلی، تنقیدی اور تجزیاتی مطالعہ

Love for All, Hatred for None: A Comparative, Critical & Analytical Study of the Qadiani Community's Slogan in the Light of Its Foundational Texts

Muhammad Usman
Ph.D. Scholar, Dept. of World Religions & Interfaith Harmony,
The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.
Email: usmanattari807@gmail.com
Dr. Sajila Kausar
Associate Professor / Chairperson, Dept. of World Religions & Interfaith Harmony, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.
Email: sajilakausar@iub.edu.pk

Submission Date: 02 June 2026
Review Date: 03 June 2026
Acceptance Date: 17 June 2026
Publication Date: 26 June 2026

Article Link: https://alamir.com.pk/index.php/ojs/article/view/347

Abstract:

This article presents a critical textual examination of the contemporary Ahmadiyya slogan, "Love for All, Hatred for None," by comparing it with the foundational writings of the movement's founder, Mirza Ghulam Ahmad Qadiani. While the slogan is widely presented as reflecting universal compassion, religious coexistence, and respect for human dignity, a close reading of the Rohani Khazain indicates a noticeable divergence between this contemporary public narrative and a number of expressions found in the founder's own writings. The study identifies recurring examples of derogatory language, animal-related metaphors, and personal references directed at ideological opponents, including expressions such as Zurriyat-ul-Baghaya and Walad-ul-Haram. These textual patterns are examined through the framework of Prophetic ethics as reflected in the Sunnah, Article 14 of the Constitution of Pakistan concerning human dignity, and internationally recognised principles relating to hate speech. On the basis of this comparative analysis, the article suggests that the movement's contemporary slogan reflects a public narrative that differs in significant respects from aspects of its foundational literature. Rather than reaching conclusions on the basis of isolated quotations, the study evaluates these texts within their broader historical and literary context and argues that the relationship between the movement's present-day message and its early writings remains an important subject for scholarly inquiry. It concludes that this textual divergence raises significant academic questions regarding the consistency between the movement's contemporary representation and the documentary record preserved in its foundational sources.

Keywords: Mirza Ghulam Ahmad Qadiani, Rohani Khazain, Linguistic Violence, Hate Speech, Human Dignity, Constitution of Pakistan, Religious Polemics, Rebranding

تمہید:

انسانی تاریخ میں مذہبی اور فکری تحریکوں نے ہمیشہ اپنے مقاصد کی ترویج کے لیے پُرکشش اصطلاحات، خوش نما نعروں اور اخلاقی دعووں کا سہارا لیا ہے۔ کسی بھی تحریک کا ظاہری بیانیہ اس کا وہ رخ ہوتا ہے جو عوامی قبولیت اور سماجی اثر پذیری کے لیے ترتیب دیا جاتا ہے، تاہم اس کی اصل فکری اساس، فقہی رجحانات اور اخلاقی تصورات ان بنیادی متون اور تصانیف میں پوشیدہ ہوتے ہیں جو اس تحریک کے بانی نے اپنے مخاطبین اور معاصرین کے لیے تحریر کیے ہوتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں قادیانی جماعت کی جانب سے پیش کیا جانے والا نعرہ "محبت سب کے لیے، نفرت کسی سے نہیں (Love for all, Hatred for none) "بظاہر عالمگیر انسان دوستی، مذہبی رواداری اور احترامِ آدمیت کی نمائندگی کرتا محسوس ہوتا ہے۔ ایک ایسے عالمی تناظر میں جہاں انسانی حقوق اور آزادیِ اظہار کو اخلاقی و قانونی قدر کی حیثیت حاصل ہے، اس نوعیت کے دعوے فطری طور پر تحسین حاصل کرتے ہیں۔ لیکن علمی دیانت اور تحقیقی تقاضوں کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ کسی بھی دعوے کو محض اس کے الفاظ کی بنیاد پر قبول کرنے کے بجائے، اس کے بنیادی مصادر اور بانیِ فکر کے اسلوبِ بیان کی روشنی میں پرکھا جائے۔ اس مطالعے کے آغاز کے لیے انیسویں صدی کے برصغیر کا وہ مخصوص سیاسی و مذہبی پس منظر سمجھنا ناگزیر ہے جس میں یہ تحریک پروان چڑھی۔ انیسویں صدی کا ہندوستان غیر معمولی اضطراب، فکری انتشار اور تہذیبی کشمکش سے عبارت تھا۔ برصغیر پر برطانوی سلطنت کی حکومت مستحکم ہونے کے بعد نوآبادیاتی طاقت نے اپنے اقتدار کو مستحکم رکھنے کے لیے "لڑاؤ اور حکومت کرو (Divide and Rule) "کے اصول کو ریاستی پالیسی کا حصہ بنایا۔ چونکہ انگریز حکمرانوں نے اقتدار براہِ راست مسلمانوں سے چھینا تھا، اس لیے وہ مسلمانوں کے مذہبی جوش اور سیاسی شعور کو اپنے اقتدار کے لیے اہم سیاسی چیلنج سمجھتے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگِ آزادی کے بعد مسلمانوں کی سیاسی اقتدار نمایاں طور پر کمزور ہو چکا تھا، جس کے نتیجے میں وہ نہ صرف سیاسی محکومی بلکہ گہرے فکری اور سماجی بحران کا شکار ہو گئے۔ اس دورِ ابتلا کے صدمے نے مسلمانوں کے اجتماعی شعور میں ان کی تہذیبی برتری کے احساس کو سیاسی مغلوبیت کے احساس میں بدل دیا۔

اسی فکری بحران کے دوران یورپ اور امریکہ سے تعلق رکھنے والے عیسائی مشنری ہندوستان میں سرگرم ہوئے، جن کا ایک نمایاں مقصد مسلمانوں کے عقائد میں تشکیک پیدا کرنا اور نئی نسل کو مسیحی تعلیمات کی تبلیغ اور اپنے مذہبی نقطہ نظر کو فروغ دینا تھا۔ اسی مشنری سرگرمی کے دو نمایاں کردار ڈاکٹر ایچ ڈی گرس وولڈ (H. D. Griswold)، جو لاہور کے فورمن کرسچن کالج میں پروفیسر اور امریکی پریسبیٹیرین مشنز کی کونسل کے سیکرٹری تھے، اور ریورنڈ ایچ اے والٹر (H. A. Walter) تھے، جنہوں نے قادیانیت پر مغربی تصنیف "دی احمدیہ مومنٹ" (1918ء) لکھی۔ ان مشنریوں کی تحریری و تعلیمی سرگرمیوں نے اس ماحول کو مزید تقویت دی جس میں مسلم نوجوان نسل مذہبی روایت سے دور ہو کر فکری سوالات اور مذہبی مباحث سے متاثر ہو رہی تھی۔ دوسری جانب، مسلمانوں کے داخلی حالات بھی کم حوصلہ شکن نہ تھے۔ مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان مناظرانہ ماحول اس حد تک تلخ ہو چکا تھا کہ ہر گروہ دوسرے کی تردید میں مصروف تھا، جس سے عوامی سطح پر مذہبی قیادت کا وقار مجروح ہوا اور فکری انتشار کی فضا گہری ہوتی چلی گئی۔ اسی پر آشوب اور تہذیبی تصادم کے عہد میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنی نئی مذہبی دعوت اور تحریک کے ساتھ منظرِ عام پر آئے۔ پنجاب کے ایک دور افتادہ قصبہ قادیان سے شروع ہونے والی اس تحریک نے ابتدا میں اسلام کے دفاع اور عیسائی مشنریوں کے ردِ عمل کے طور پر اپنی شناخت بنائی، تاہم وقت گزرنے کے ساتھ اس کے نظریاتی دعوے —نبوت، وحی اور ختمِ نبوت سے متعلق ایسے نظریات پیش کیے جنہیں جمہور مسلم علماء نے اسلامی عقائد سے متعارض قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر کے علماء نے اسے محض ایک گروہی اختلاف کے

بجائے ایک گہرا اعتقادی مسئلہ قرار دیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد یہ موضوع محض مذہبی مباحث تک محدود نہ رہا بلکہ ریاست کی نظریاتی شناخت، آئینی تشخص اور مذہبی تنوع کے نظم سے بھی جڑ گیا۔

موجودہ عالمی تناظر میں جب قادیانیت کی جانب سے "محبت سب کے لیے، نفرت کسی سے نہیں" کا نعرہ ایک آفاقی پیغام کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، تو ایک محقق کے لیے یہ دیکھنا ناگزیر ہو جاتا ہے کہ آیا یہ نعرہ اس تحریک کی اصل روح اور بانی کے قلم سے نکلنے والے الفاظ کے ساتھ ہم آہنگ بھی ہے یا نہیں۔ کیا ایک نبی یا مصلح ہونے کا دعویٰ کرنے والا شخص اپنے ان مخالفین کے لیے، جو محض اس کے نظریے سے اختلاف رکھتے ہوں، یہ سوال تحقیق کے دائرے میں اہمیت اختیار کرتا ہے کہ آیا بانی تحریک کی تحریروں میں استعمال ہونے والی زبان انسانی وقار، اسلامی اخلاقیات اور معاصر قانونی و اخلاقی معیارات کے ساتھ کس حد تک ہم آہنگ ہے؟ یہ مطالعہ جذباتی ردِ عمل کے بجائے علمی استدلال اور بانیِ قادیانیت کی اپنی تصانیف (مجموعہ روحانی خزائن) کے متن کو بنیاد بناتے ہوئے اس سوال کا سنجیدہ جائزہ لینے کی ایک کوشش ہے کہ اس جدید نعرے اور قدیم تحریری اسلوب کے درمیان کس حد تک مطابقت یا عدمِ مطابقت پائی جاتی ہے۔

مسئلہ تحقیق و بنیادی سوالات:

ایک طرف قادیانی جماعت عالمی سطح پر عالمگیر محبت اور عدم نفرت کا نعرہ لگاتی ہے، دوسری طرف اسی جماعت کے بانی کی اپنی تصانیف میں مخالفین کے لیے ایسی زبان ملتی ہے جس کے بارے میں یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس نعرے سے مکمل مطابقت نہیں رکھتی۔ سوالاتِ تحقیق درج ذیل ہیں:

- کیا روحانی خزائن میں مخالفین کی نسبت، اخلاق یا مذہبی تشخص پر حملہ آور عبارات موجود ہیں؟
- کیا یہ اسلوب قرآن و حدیث کی تعلیمات اور معاصر بین الاقوامی معیارات سے ہم آہنگ ہے؟
- زیرِ بحث نعرہ اور تحریریں تقریباً ایک صدی کے فاصلے پر ہیں — کیا اس کے باوجود تقابل جائز ہے؟

اس مطالعے کی افادیت یہ ہے کہ یہ نعروں اور تاسیسی متون کے تعلق کو جذباتی رَدِ عمل کے بجائے متن پر مبنی تجزیے سے دیکھتا ہے۔

نعرہ "محبت سب کے لیے": تاریخی ارتقاء یا فکری اساس؟

کسی بھی نظریاتی تحریک کے فکری ارتقاء میں نعروں کی اہمیت محض علامتی نہیں ہوتی، بلکہ یہ اس تحریک کے منشور کا نچوڑ ہوتے ہیں۔ قادیانی جماعت کی جانب سے عصرِ حاضر میں جس نعرے "محبت سب کے لیے، نفرت کسی سے نہیں" کو اپنی شناخت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، اس کی تاریخی بنیادوں کا جائزہ لیا جائے تو ایک قابلِ توجہ عدمِ مطابقت سامنے آتی ہے کہ یہ نعرہ بانیِ سلسلہ مرزا غلام احمد قادیانی کا عطا کردہ نہیں ہے، بلکہ اسکی وفات کے بہتر (72) سال بعد، جماعت کے تیسرے خلیفہ مرزا ناصر احمد نے 1980ء میں اسپین کے شہر قرطبہ میں مسجد بشارت کے سنگِ بنیاد کے موقع پر پہلی بار استعمال کیا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہونا فطری ہے کہ کیا ایک صدی بعد وضع کیا گیا نعرہ اس لٹریچر کی عکاسی کر سکتا ہے جو اس سے سو سال پہلے مرتب ہو چکا تھا؟ علمی نقطہ نظر سے کسی بھی تحریک کا اصل رخ اس کے بانی کی تحریروں سے متعین ہوتا ہے۔ اگر بانی کے اسلوبِ بیان میں شدت، دشنام طرازی اور مخالفین کی تذلیل موجود ہو، تو بعد میں آنے والے خلفاء کا کوئی بھی خوش نما نعرہ اس لٹریچر کی تلخی کو زائل نہیں کر سکتا۔ احمدیہ مسلم کمیونٹی یوکے اور جریدہ "الحکم" کے آفیشل بیانیے میں اس نعرے کو اسلام کی "حقیقی تعلیمات" قرار دے کر پیش کیا جاتا ہے، مگر جب ہم ان تعلیمات کا موازنہ بانیِ قادیانیت کے قلمی اسلوب سے کرتے ہیں، تو یہ نعرہ ایک جدید عوامی بیانیے (Public Rebranding) کی صورت اختیار کرتا دکھائی

دیتا ہے، جس کا تقابلی جائزہ بانی کی بنیادی تصانیف کے تناظر میں ضروری معلوم ہوتا ہے۔ قادیانی بیانیے کے مطابق یہ نعرہ اسلام کی آفاقی تعلیمات کا نچوڑ ہے اور اسے عالمی سطح پر جماعت کی سب سے بڑی اخلاقی شناخت بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ احمدیہ مسلم کمیونٹی کے باضابطہ جریدے "Review of Religions" میں اس فلسفے کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

> "Islam teaches us to live with mutual love and affection and with humility. It teaches us no distinction between a Muslim or a non-Muslim. My message to everyone is that you must have 'Love for all, Hatred for none!'" [1]

> "اسلام ہمیں باہمی محبت، الفت اور عاجزی کے ساتھ رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ ہمیں ایک مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان کسی امتیاز کی تعلیم نہیں
> دیتا۔ میرا ہر ایک کے لیے پیغام یہ ہے کہ آپ کے پاس 'محبت سب کے لیے، اور نفرت کسی سے نہیں' ہونی چاہیے۔"

مندرجہ بالا اقتباس کے ذریعے عالمی برادری کو یہ باور کروانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اس تحریک کی بنیادوں میں "امتیاز" (Distinction) کا کوئی تصور موجود نہیں اور یہ غیر مسلموں کو بھی برابر کا انسانی احترام دیتی ہے۔ لیکن جب ہم اس دعوے کا تقابل بانیِ سلسلہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اردو تصانیف سے کرتے ہیں، تو یہ انگریزی بیانیہ ایک سراب نظر آتا ہے۔ مرزا قادیانی نے نہ صرف یہ کہ امتیازی لکیر کھینچی بلکہ اپنے مخالفین کو "ولد الحرام" اور "جہنم کے کتے" پکار کر اس "عدم امتیاز" کے دعوے کی دھجیاں اڑا دیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک ہی تحریک کے دو متضاد بیانیے ہو سکتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ انگریزی میں "محبت" کا پرچار محض ایک عالمی مصلحت ہے، جبکہ بنیادی لٹریچر میں متعدد مقامات پر مناظرانہ، سخت اور تحقیر آمیز اسلوبِ بیان موجود ہے، جس کا تقابل معاصر عوامی نعرے کے ساتھ مزید علمی غور و فکر کا متقاضی ہے۔

اسلامی معیارِ کلام اور نبوی ﷺ اسوہ

اسلامی علمی روایت میں کسی بھی مذہبی مصلح، روحانی پیشوا یا نبوت کے دعویدار کے اخلاقی و دعوتی کردار کا ایک اہم معیار اس کی زبان اور اسلوبِ بیان بھی سمجھا جاتا ہے۔ نبوت محض ایک دعویٰ نہیں بلکہ ایک ایسا منصبِ عظیم ہے جس میں انسان کا کردار وحیِ الٰہی کا عملی نمونہ ہوتا ہے۔ دینِ اسلام نے گفتگو کی شائستگی اور زبان کی حفاظت کو ایمان کا لازمی اور غیر متبدل جزو قرار دیا ہے۔ اسلامی نظامِ اخلاق میں کلام کی پاکیزگی صرف ایک معاشرتی ضرورت نہیں بلکہ ایک مذہبی فریضہ ہے، جس کی جڑیں قرآنِ حکیم کی ان واضح تعلیمات میں پیوست ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے "قولِ معروف" (نیک بات) اور "قولِ لین" (نرم گفتگو) کا حکم دیا ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

"وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا"[2]

"اور لوگوں سے (ہمیشہ) اچھی بات کہو۔"

اس آیتِ مبارکہ میں لفظ "الناس" (لوگ) کا عموم اس بات کی دلیل ہے کہ اچھی گفتگو کا حکم صرف اپنوں یا ہم خیالوں تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس کا اطلاق پوری انسانیت پر ہوتا ہے، خواہ وہ نظریاتی مخالف ہوں یا ہم نوا۔ اسی طرح سورۃ الحجرات میں معاشرتی امن کو سبوتاژ کرنے والے لسانی رویوں جیسے تمسخر اڑانا، طعنہ زنی کرنا اور برے القاب سے پکارنے کو صریحاً حرام قرار دیا گیا ہے۔ قرآنی معیارِ

کلام یہ ہے کہ اگر کسی سے شدید اختلاف بھی ہو، تب بھی "جادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ" (ان سے بحث کرو اس طریقے سے جو سب سے بہتر ہو) کے اصول کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔

نبوی ﷺ معیارِ اخلاق اور لسانی پاکیزگی

رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ اس قرآنی منہج کی عملی تفسیر ہے۔ آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے کبھی ایک لفظ بھی ایسا نہیں نکلا جو کسی کی دل آزاری یا انسانی وقار کی تذلیل کا باعث بنے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک مستقل باب "بابُ ما يُنهىٰ من السباب واللعن" (گالی دینے اور لعنت کرنے کی ممانعت) قائم کر کے یہ واضح کر دیا کہ گالی گلوچ اور لعنت ملامت کرنا اسلامی مزاج کے بالکل منافی ہے۔ اس باب کے تحت حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی حدیثِ رسول ﷺ اس سلسلے میں حرفِ آخر ہے:

"سِبابُ المُسْلِمِ فُسُوقٌ، وقِتالُهُ كُفْرٌ[3]"

"مسلمان کو گالی دینا فسق (نافرمانی) ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔"

اس حدیث کا علمی و اصطلاحی تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ فقہی و کلامی اصطلاح میں "فسق" سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے انحراف اور کبیرہ یا اصرار کے ساتھ صغیرہ گناہوں کا ارتکاب ہے۔ اس حدیث میں گالی دینے کی سنگینی کو نمایاں کیا گیا ہے۔ یعنی جو شخص اپنی زبان سے گالی نکالتا ہے، وہ عملاً اطاعتِ الٰہی کے دائرے سے باہر قدم رکھ دیتا ہے۔ یہ اسلوبِ بیان اس گناہ کی سنگینی کو واضح کرتا ہے کہ گالی دینا کوئی معمولی لغزش نہیں بلکہ ایک ایسا قبیح فعل ہے جو انسان کے پورے مذہبی تشخص کو داغدار کر دیتا ہے۔ نبوی ﷺ معیارِ کلام کا ایک اور پہلو جامع ترمذی کی اس روایت سے واضح ہوتا ہے جہاں مومن کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"لَيْسَ المُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الفَاحِشِ وَلَا البَذِيءِ[4]"

"مومن نہ تو طعنہ دینے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ فحش بکنے والا اور نہ ہی بدزبان۔"

یہاں چاروں صفات (طعنہ زنی، لعنت، فحش گوئی اور بدزبانی) کو ایمان کی ضد قرار دیا گیا ہے۔ یہ اوصاف نبوی تعلیمات کے مطابق مومن کے مطلوبہ اخلاق سے مطابقت نہیں رکھتے۔ رسول اللہ ﷺ نے طائف کے میدان میں لہولہان ہونے کے باوجود اور فتح مکہ کے موقع پر اپنے بدترین دشمنوں کو معاف کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ایک مصلح کا کام دل جیتنا ہوتا ہے، نہ کہ غلیظ زبان سے روحوں کو زخمی کرنا۔ جب ہم مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف کا مطالعہ اس عالی شان نبوی ﷺ معیار کی روشنی میں کرتے ہیں، تو ایک چونکا دینے والا تضاد سامنے آتا ہے۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق کا مکمل عکس (بروز) ہیں، لیکن ان کی تحریروں میں موجود دشنام طرازی، حیوانوں سے تشبیہات اور مخالفین کے نسب پر غلیظ حملے اس دعوے کو مکمل طور پر مسترد کر دیتے ہیں۔ نبوی ﷺ معیار کے مطابق تو مخالف کو گالی دینا "فسق" ہے، لیکن مرزا نے نہ صرف گالیاں دیں بلکہ انہیں اپنے لٹریچر کا مستقل حصہ بنایا۔ یہاں ایک بنیادی علمی سوال پیدا ہوتا ہے: کیا "وحیِ الٰہی" کا حامل اور "نبی" کا بروز (Shadow) ایسی زبان استعمال کر سکتا ہے جو فحش اور بدزبانی کے زمرے میں آتی ہو؟ اگر مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ فحش نہیں بکتا، تو پھر مرزا قادیانی کی ان تحریروں کو کس خانے میں رکھا جائے گا جہاں اس نے مخالفین کو "ولد الحرام" اور "رنڈیوں کی اولاد" پکارا؟ یہ اسلوبِ بیان ثابت کرتا ہے کہ اس کی زبان نبوی ﷺ معیارِ کلام سے کوسوں دور تھی۔ نبوت کا چشمہ صاف اور شفاف ہوتا ہے، اس سے کبھی نفرت اور غلاظت کے سوتے نہیں پھوٹ سکتے۔ مرزا کی زبان کا یہ بگاڑ ان کے پورے مصلحانہ ڈھانچے کو اخلاقی بنیادوں پر منہدم کر دیتا ہے، کیونکہ جس شخص کی زبان پر اللہ کا قابو نہ ہو، اس کے دعویٰ وحی پر اعتبار کیسے کیا جا سکتا ہے؟

اسی طرح، مرزا قادیانی کا یہ دفاع کہ اس نے گالیاں "الزامی رنگ" میں دیں، نبوی ﷺ سنت کے خلاف ہے۔ اسوۂ حسنہ تو یہ ہے کہ برائی کا جواب بھلائی سے دیا جائے۔ اگر مرزا نے مخالفین کی تلخی کا جواب اس سے بھی بڑی تلخی اور گالی سے دیا، تو پھر ان میں اور ایک عام دنیادار انسان میں کیا فرق رہ گیا؟ ایک نبی تو اخلاق کی بلند ترین چوٹی پر فائز ہوتا ہے، وہ کیچڑ اچھالنے والوں کے جواب میں پھول برساتا ہے، نہ کہ ان کے نسب کو داغدار کرتا ہے۔ چنانچہ، اسلامی معیارِ کلام کی روشنی میں مرزا غلام احمد قادیانی کا اسلوبِ خطاب ان کے مصلح ہونے کے دعوے کی سب سے بڑی تردید بن کر سامنے آتا ہے۔

بانیِ سلسلہ کا اسلوبِ خطاب: لسانی شدت کا تجزیہ

جب ہم مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف (مجموعہ روحانی خزائن) کا مطالعہ اس اسلامی معیارِ اخلاق کی روشنی میں کرتے ہیں، تو ایک ایسالب و

لہجہ سامنے آتا ہے جو نبوی ﷺ اخلاق تو دور کی بات، ایک عام مہذب انسان کے شایانِ شان بھی نہیں ہے۔ مرزا قادیانی کے ہاں مخالف کو دلیل سے قائل کرنے کے بجائے اسے غلیظ گالیوں سے نوازنے کا ایک مستقل رجحان ملتا ہے۔ ان کے ہاں القابات کا تنوع محض نظریاتی اختلاف تک محدود نہیں رہتا بلکہ وہ انسانی جبلتوں اور نسب پر حملوں کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ مرزا نے اپنے ان مخالفین کے لیے جو ان کے دعووں پر ایمان نہیں لائے، "حیوانات" کی اصطلاحات کا بکثرت استعمال کیا ہے۔ اس سلسلہ میں اپنی تصنیف انجام آتھم میں رقمطراز ہے:

> "جس وقت یہ سب باتیں پوری ہو جائیں گی، تو کیا اُس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے؟ ان بیوقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوٴروں کی طرح کر دیں گے۔"[5]

یہاں یہ نکتہ نہایت اہم ہے کہ کیا "محبت سب کے لیے" کا نعرہ لگانے والے اس تضاد کو واضح کر سکتے ہیں کہ ایک طرف عالمگیر محبت کا دعویٰ ہو اور دوسری طرف مخالفین کے چہروں کو "بندروں اور سوروں" سے تشبیہ دی جا رہی ہو؟ کسی بھی انسان کے چہرے کو حیوان سے تشبیہ دینا اس کی تخلیقی حرمت کی توہین ہے، جس کی اجازت دنیا کا کوئی بھی مہذب قانون اور مذہب نہیں دیتا۔ مرزا قادیانی کا قلم صرف تشبیہات تک محدود نہیں رہا، بلکہ اس نے مخالفین کو "پلید" اور "خنزیر سے زیادہ بدتر" قرار دینے میں بھی تامل نہیں کیا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

> "دنیا میں سب جانداروں سے زیادہ پلید اور کراہت کے لائق خنزیر ہے مگر خنزیر سے زیادہ پلید وہ لوگ ہیں جو اپنے نفسانی جوش کے لیے حق اور دیانت کی گواہی کو چھپاتے ہیں۔ اے مردار خور مولویو! اور گندی روحو! تم پر افسوس!"[6]

یہ الفاظ اس شخص کے قلم سے نکل رہے ہیں جو خود کو "رحمتِ الٰہی کا مظہر" اور "مسیحِ وقت" قرار دیتا ہے۔ کیا ایک مسیحائی صفت رکھنے والا انسان اپنے ہم عصر علماء کو "مردار خور" اور "خنزیر سے زیادہ پلید" کہہ کر مخاطب کر سکتا ہے؟ یہ اسلوبِ بیان ثابت کرتا ہے کہ ان کے ہاں مخالف کی ذات کے لیے نفرت کا وہ عنصر موجود تھا جو آج کے ملمع سازی والے نعروں (Love for All) کے بالکل برعکس ہے۔

نسب اور کردار پر حملے: ایک اخلاقی المیہ

کسی بھی انسان کے لیے اس کا نسب اور اس کی پیدائشی حرمت سب سے قیمتی اثاثہ ہوتی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مخالفین کی تذلیل کے لیے

ان کے نسب کو جس طرح نشانہ بنایا، وہ انسانی تاریخ کے بدترین لسانی تشدد (Linguistic Violence) کی مثال ہے۔ ان کی تحریروں میں "ولد الحرام"، "ولد الزنا" اور "ذریت البغایا" جیسے الفاظ کثرت سے ملتے ہیں۔ ایک مقام پر وہ اپنے دعوے کی سچائی کو مخالف کے "حلال زادہ" ہونے سے مشروط کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

> "اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہو گا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں۔"[7]

اس عبارت کا سیدھا اور سادہ مفصل یہ ہے کہ جو شخص مرزا قادیانی کی سچائی کو تسلیم نہ کرے، وہ عملاً "ناجائز اولاد" کے زمرے میں آتا ہے۔ کیا یہ "محبت" ہے یا یہ وہ بدترین تعصب ہے جو اختلاف کرنے والے کو اس کے بنیادی انسانی حق (حقِ نسب) سے بھی محروم کر دینا چاہتا ہے؟

مقتدر علمی شخصیات کی تذلیل اور مغلظات کا استعمال

مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ تلخ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان کے قلم کا ہدف صرف نظریات نہیں بلکہ شخصیات بھی تھیں۔ روزمرہ زندگی میں شائستہ گفتگو کسی بھی انسان کے اخلاقِ عالیہ کا بنیادی جزو ہوتی ہے، لیکن بانیِ سلسلہ کے ہاں زبان کی یہ بے اعتدالی اس وقت عروج پر پہنچ جاتی ہے جب وہ اپنے عہد کے جلیل القدر علماء اور روحانی بزرگوں کو مخاطب کرتے ہیں۔ برصغیر کی معروف روحانی شخصیت حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے بارے میں مرزا صاحب کی تحریروں کا لب و لہجہ اس قدر جارحانہ ہے کہ وہ انسانی شائستگی کے تمام تصورات کو پامال کر دیتا ہے۔ مرزا قادیانی اپنی کتاب "اعجاز احمدی" میں رقمطراز ہے:

> "مجھے ایک کتاب کذاب (پیر مہر علی شاہ) کی طرف سے پہنچی ہے، وہ خبیث کتاب اور بچھو کی طرح نیش زن ہے۔ پس میں نے کہا کہ اے گولڑہ کی زمین تجھ پر لعنت، تو ملعون کے سبب سے ملعون ہو گئی، پس تو قیامت کو ہلاکت میں پڑے گی"۔[8]

ایک طرف موجودہ قادیانی بیانیہ یہ ہے کہ اسلام ہمیں عاجزی، انکساری اور بلا امتیازِ مذہب و ملت سب سے محبت سکھاتا ہے، لیکن بانیِ سلسلہ کی یہ تحریر ثابت کرتی ہے کہ وہ ایک فرد کے اختلاف کی وجہ سے ایک پورے جغرافیائی خطے (گولڑہ) کو ملعون اور واجب اللعنت قرار دینے میں تامل نہیں کرتے۔ یہ طرزِ عمل نہ صرف اسلامی تعلیمات کے منافی ہے بلکہ اس جدید نعرے کی بھی نفی کرتا ہے جو نفرت کی ہر شکل کو مسترد کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اسی طرح مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ جیسے جید عالمِ دین کے لیے "عورتوں کی عار"[9] جیسے الفاظ استعمال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مرزا صاحب کے ہاں مخالف کو ذلیل کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کیا جاتا تھا۔ اسی طرح مولانا محمد حسین بٹالویؒ، جنہوں نے ابتدا میں مرزا قادیانی کی علمی حمایت کی تھی، جب انہوں نے مرزا کے دعووں سے اختلاف کیا تو ان کے لیے بھی مغلظات کا وہی اسلوب اپنایا گیا۔ مرزا ان کے بارے میں لکھا:

> "کذاب، متکبر، سربراہِ گمراہاں، جاہل، شیخ احمقان، عقل کا دشمن۔"[10]

ان مقتدر شخصیات کے لیے ایسے القابات کا استعمال کسی علمی مباحثے کا حصہ نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ اس نفسیاتی کیفیت کی عکاسی کرتا ہے جہاں مخالف کی علمی برتری کا جواب صرف شخصی تذلیل کے ذریعے دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ اسلوبِ بیان ثابت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک "محبت سب کے لیے" کا تصور صرف ان کے پیروکاروں تک محدود تھا، اور جو ان کے فکری دائرے سے باہر نکلا، اس کے لیے ان کے قلم سے صرف لعنت اور دشنام طرازی ہی نکلی۔

لسانی تشدد اور مغلظات کا طویل سلسلہ

کسی بھی تحریک کے بانی کے کلام اور اس کی زبان کو اس کی فکر کا آئینہ دار سمجھا جاتا ہے۔ ایک مصلح کا سب سے بڑا معجزہ اس کی زبان کی تاثیر اور گفتگو کی شائستگی ہوتی ہے جو دشمنوں کے دل بھی جیت لیتی ہے۔ تاہم، مرزا غلام احمد قادیانی کے قلمی اسلوب کا معروضی مطالعہ ایک ایسے لسانی تشدد (Linguistic Violence) کو بے نقاب کرتا ہے جو انسانی وقار اور اخلاقیات کے عمومی تصورات سے میل نہیں کھاتا۔ ان کی تحریروں میں مخالفین کے لیے جانوروں اور غلیظ اشیاء کی تشبیہات کا ایک ایسا غیر منقطع سلسلہ ملتا ہے جو کسی بھی حساس دل کے لیے باعثِ کراہت ہو سکتا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنے عہد کے مخالفین، بالخصوص مولانا عبد الحق غزنوی اور ان کے رفقاء کے خلاف جس لب و لہجے کو اپنایا، اس میں غصہ اور تضحیک دلیل پر غالب نظر آتی ہے۔ وہ "انجامِ آتھم" میں رقمطراز ہے:

> "خاص کر رئیس الدجالین عبد الحق غزنوی اور اس کا تمام گروہ علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرۃ (ان پر خدائی لعنت کے دس لاکھ جوتے برسیں!) اے پلید دجال! پیشگوئی تو پوری ہو گئی۔ لیکن تعصب کے غبار نے تجھ کو اندھا کر دیا۔"[11]

یہ اسلوب اس ذہنی کیفیت کی عکاسی کرتا ہے جہاں ایک داعی اپنے مخالف کو محض نظریاتی حریف نہیں بلکہ ایک ایسی اکائی سمجھتا ہے جس کی تذلیل اس کے مشن کا حصہ ہو۔ اپنی ایک اور ضخیم تصنیف "حجۃ اللہ" میں انہوں نے عبد الحق غزنوی کے لیے مغلظات کا جو دفتر کھولا ہے، وہ انسانی شائستگی کے تمام پیمانوں کو عبور کر جاتا ہے۔ اس کتاب کے صفحات (172 تا 236) تضحیک آمیز القابات سے بھرے ہوئے ہیں، جہاں مخالف کو "کلب العناد" (عناد رکھنے والا کتا)، "غزنی کا بندر" اور "خنزیر کی طرح حملہ کرنے والا" جیسے نازیبا الفاظ سے پکارا گیا ہے۔ مرزا قادیانی کی تحریروں میں ایک جملہ غیر معمولی تعدد کے ساتھ ملتا ہے جو ان کے اندرونی ہیجان اور مخالف کے لیے موجود جذبات کو مکمل طور پر آشکار کر دیتا ہے:

> "پس میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر خدا کا خوف اور حیا نہ ہوتی تو میں قصد کرتا کہ گالیوں سے تجھے فنا کر دیتا۔"[12]

یہ جملہ ایک گہرا علمی اور نفسیاتی تضاد پیش کرتا ہے۔ ایک طرف "خدا کا خوف اور حیا" کا ذکر ہے اور دوسری طرف "گالیوں سے فنا کر دینے" کا ارادہ۔ حقیقت یہ ہے کہ جو قلم پہلے ہی سینکڑوں صفحات پر محیط مغلظات تحریر کر چکا ہو، اس کے لیے حیا اور خوفِ خدا کا دعویٰ محض ایک لفظی حجاب معلوم ہوتا ہے۔ جب ایک مدعیِ الہام یہ کہے کہ وہ کسی کو گالیوں سے مٹا دینا چاہتا ہے، تو اس کے متبعین سے رواداری اور "محبت سب کے لیے (Love for all)" جیسے آفاقی اصولوں کی توقع رکھنا ایک عبث عمل بن جاتا ہے۔ تحقیقی نقطہ نظر سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مرزا قادیانی نے مخالف کی تذلیل کو "حیوانی القابات" کی صورت میں ایک مستقل رنگ دے دیا تھا۔ کسی انسان کو جانور سے تشبیہ دینا دراصل اسے اس کے انسانی درجے سے گرا کر اس کی تذلیل کو جائز قرار دینے کا ایک حربہ ہوتا ہے۔ جب ایک مذہبی پیشوا اپنے قلم سے دوسرے انسان کی انسانیت کو چھین لے، تو وہاں سے ایک ایسے معاشرتی بگاڑ کی ابتدا ہوتی ہے جہاں

نفرت اور حقارت کو مذہبی تقدس حاصل ہو جاتا ہے۔ مرزا کا یہ اسلوبِ بیان ان کے جدید دور کے خوش نما نعروں کے خلاف ایک ایسی تحریری شہادت ہے جسے نظر انداز کرنا علمی دیانت کے خلاف ہو گا۔

سماجی بائیکاٹ اور خاندانی تعلقات کی پامالی

نعرہ "Love for All, Hatred for None" (محبت سب کے لیے، نفرت کسی سے نہیں) کا بنیادی اخلاقی تقاضا یہ ہے کہ معاشرے میں بسنے والے تمام انسانوں کے درمیان بلا امتیازِ رنگ و نسل اور عقیدہ، الفت و ہمدردی کا رشتہ قائم کیا جائے۔ تاہم، مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات اور ان کے عملی طرزِ زندگی کا معروضی مطالعہ ایک ایسے "منقسم معاشرے" (Divided Society) کی تصویر پیش کرتا ہے جہاں نظریاتی اختلاف کی سزا سماجی مقاطعے اور خاندانی لاتعلقی کی صورت میں دی جاتی ہے۔ مرزا نے اپنے پیروکاروں کو غیر قادیانی مسلمانوں سے جس مکمل سماجی بائیکاٹ کی تلقین کی، وہ عملاً نفرت کی ایک گہری اور ادارہ جاتی شکل ہے۔ اس خاندانی و سماجی بے گانگی کی سب سے بڑی مثال خود مرزا صاحب کا اپنے بیٹے مرزا فضل احمد کے ساتھ برتاؤ ہے۔ انہوں نے اپنے سگے بیٹے کا جنازہ صرف اس بنیاد پر نہیں پڑھا کہ وہ ان کے دعاوی پر ایمان نہیں لایا تھا۔[13] ایک باپ کا اپنے لختِ جگر کے آخری سفر میں محض نظریاتی اختلاف کی بنا پر شریک نہ ہونا، اس "محبتِ عام" کے دعوے کی کھلی نفی ہے جس کا چرچا آج عالمی فورمز پر کیا جاتا ہے۔ جب ایک مصلح اپنے ہی خون کے لیے دل میں گنجائش نہ پائے، تو اس کی جانب سے پوری انسانیت کے لیے "محبت" کا دعویٰ محض ایک لفظی ملمع سازی کے سوا کچھ محسوس نہیں ہوتا۔

مرزا قادیانی نے اپنی جماعت کے لیے جو مذہبی ضابطہ اخلاق مرتب کیا، وہ سماجی علیحدگی پسندی (Social Isolationism) پر مبنی ہے۔ انہوں نے اپنے مریدوں کو سختی سے حکم دیا کہ وہ کسی بھی غیر قادیانی کے پیچھے نہ تو نماز ادا کریں اور نہ ہی ان کا جنازہ پڑھیں، خواہ وہ معصوم بچہ ہی کیوں نہ ہو۔[14] یہ انتہا پسندانہ رویہ دراصل اس بیج کا شاخسانہ ہے جو قادیانی لٹریچر میں "ولد الحرام" اور "ذریت البغایا" جیسی تحقیر آمیز اصطلاحات کے ذریعے بویا گیا تھا۔ جب ایک پیروکار کو یہ سکھایا جائے کہ اس کے گرد و نواح میں بسنے والے تمام انسان "ناجائز اولاد" ہیں، تو اس کے دل میں انسانی احترام کے بجائے بیزاری اور حقارت کے جذبات ہی جنم لے سکتے ہیں۔

دستورِ پاکستان کا آرٹیکل 14 اور انسانی وقار کا تحفظ

مرزا غلام احمد قادیانی کی ان تمام تحریروں اور لسانی رویوں کو جب ریاستِ پاکستان کے بنیادی قانون کی روشنی میں دیکھا جائے، تو ایک سنگین قانونی تضاد سامنے آتا ہے۔ دستورِ پاکستان کا آرٹیکل 14 (1) انسانی وقار کے حوالے سے انتہائی واضح اور غیر مبہم ہے:

> "The dignity of man and, subject to law, the privacy of home, shall be inviolable."[15]
>
> "انسان کا وقار اور قانون کے تابع رہتے ہوئے، گھر کی خلوت (پرائیویسی) ناقابلِ خلاف ورزی ہو گی۔"

آئینی ماہرین کی رو سے آرٹیکل 14 صرف ایک قانونی دفعہ نہیں بلکہ یہ ریاست کے اس بنیادی فرض کو بیان کرتا ہے کہ وہ اپنے شہریوں کی عزتِ نفس اور انسانی وقار کا ہر صورت میں تحفظ کرے۔ جب مرزا قادیانی اپنے مخالفین کو "سور"، "کتا" یا "رنڈیوں کی اولاد" جیسے القابات سے نوازتے ہیں، تو وہ براہِ راست اس آئینی حق کی خلاف ورزی کر رہے ہوتے ہیں جو ہر انسان کو اللہ تعالیٰ اور ریاستِ پاکستان نے عطا کیا ہے۔ کسی بھی شخص کی ہتکِ عزت کرنا اور اسے حیوانی ناموں سے پکارنا نہ صرف ایک اخلاقی گراوٹ ہے بلکہ یہ ایک واضح "آئینی جرم" کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ آئینِ پاکستان کے تحت "وقارِ انسانی" کو ایک مطلق قدر کی حیثیت حاصل ہے، جس کا مطلب

یہ ہے کہ کسی بھی مذہبی مصلحت یا نظریاتی برتری کی آڑ میں کسی انسان کی تذلیل کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ مرزا صاحب کی زبان کا یہ اسلوب ان کے اپنے ہی بیٹے اور جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کے اس تاریخی اعتراف کی تصدیق کرتا ہے جو انہوں نے ایک علمی حقیقت کے طور پر بیان کیا:

> "یاد رکھو کہ جب انسان دلائل سے شکست کھاتا ہے اور ہار جاتا ہے، تو گالیاں دینی شروع کر دیتا ہے اور جس قدر کوئی زیادہ گالیاں دیتا ہے، اسی قدر اپنی شکست کو ثابت کرتا ہے۔"[16]

یہ جملہ دراصل بانیِ قادیانیت کے پورے لٹریچر کا وہ حتمی فیصلہ ہے جو ان کی اخلاقی اور علمی بنیادوں کو مکمل طور پر بے نقاب کر دیتا ہے۔ جب ان کا اپنا خلف الرشید گالی گلوچ کو "شکستِ فاش" کی علامت قرار دیتا ہے، تو پھر مرزا صاحب کی سینکڑوں صفحات پر محیط مغلظات کو کس درجے میں رکھا جائے گا؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ تحریریں دستورِ پاکستان اور عالمی انسانی حقوق کے منشور کے خلاف ایک ایسا قلمی ثبوت ہیں جو یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ "Love for All" کا نعرہ محض ایک جدید اشتہاری ملمع کاری ہے، جبکہ اصل لٹریچر آج بھی تذلیلِ انسانیت اور سماجی نفرت کی گواہی دے رہا ہے۔

فکری تضاد اور اعترافِ حقیقت کا علمی محاکمہ

کسی بھی نظریاتی تحریک کی فکری عمارت اس وقت منہدم ہونا شروع ہو جاتی ہے جب اس کے بانی کے قول اور فعل کے درمیان ایک ایسی خلیج پیدا ہو جائے جسے کسی بھی تاویل سے پاٹنا ممکن نہ رہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف میں تضادِ بیانی کا یہ عالم ایک مستقل نفسیاتی اور علمی الجھاؤ کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ ایک طرف وہ اخلاقیات کی بلند ترین سطح پر فائز ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے بدزبانی کو "کم ظرفی" قرار دیتے ہیں، اور دوسری طرف ان کا اپنا قلم مغلظات کی اس وادی میں اتر جاتا ہے جہاں شرافت کا تصور بھی عنقا ہے۔ وہ اپنی تصنیف "اربعین" میں رقمطراز ہے:

> "گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریقِ شرافت نہیں ہے، بلکہ جس کا دل صاف ہوتا ہے اس کی زبان بھی صاف ہوتی ہے۔"[17]

یہ جملہ بانیِ قادیانیت کے خلاف ایک ایسا "خودکش قلمی گواہ" ہے جو ان کے پورے لٹریچر کے معیارِ اخلاق پر سوالیہ نشان کھڑا کر دیتا ہے۔ اگر دل کی صفائی کا معیار زبان کی صفائی ہے، تو پھر ان کی ان تحریروں کے بارے میں کیا فیصلہ کیا جائے گا جو سب و شتم سے لبریز ہیں؟ یہ تضاد ثابت کرتا ہے کہ مرزا کے ہاں "اخلاقی اصول" محض دوسروں کو نصیحت کرنے کے لیے تھے، جبکہ اپنی ذات کے لیے انہوں نے ایک الگ اور متشدد ضابطہ وضع کر رکھا تھا۔ جب ایک مصلح اپنے ہی بیان کردہ معیارِ شرافت پر پورا نہ اترے، تو اس کی دعوت کی اخلاقی بنیادیں ریت کی دیوار ثابت ہوتی ہیں۔

اعترافِ شکست

اس لسانی رویے کا سب سے خوفناک اور حیران کن پہلو وہ اعتراف ہے جو ان کے فرزند اور قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کے قلم سے نکلا۔ یہ اعتراف دراصل اس پوری تحریک کے اخلاقی تابوت میں آخری کیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ واضح کرتا ہے:

> "یاد رکھو کہ جب انسان دلائل سے شکست کھاتا اور ہار جاتا ہے، تو گالیاں دینی شروع کر دیتا ہے اور جس قدر کوئی زیادہ گالیاں دیتا ہے، اسی قدر اپنی شکست کو ثابت کرتا ہے۔"[18]

یہ محض ایک بیان نہیں بلکہ ایک "منطقی جال" ہے جس میں بانیِ قادیانیت خود اپنی ہی جماعت کے دوسرے خلیفہ کے ہاتھوں گرفتار نظر آتے ہیں۔ اگر گالی گلوچ کو علمی اور اخلاقی شکست کا حتمی ثبوت مانا جائے جیسا کہ مرزا محمود نے مانا ہے تو پھر مرزا غلام احمد کی تصانیف میں موجود گالیوں کا طویل ذخیرہ ان کی "شکستِ فاش" کا وہ تحریری اعتراف ہے جسے کسی بیرونی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا فکری المیہ ہے کہ بیٹا اپنے باپ کے اسلوب کو "شکست خوردہ ذہنیت" کی علامت قرار دے رہا ہے۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو مرزا قادیانی کی تحریروں میں موجود شدت صرف انفرادی غصہ نہیں تھی، بلکہ وہ اس علمی عجز کا اظہار تھا جو مخالفین کے ٹھوس دلائل کے سامنے پیدا ہو چکا تھا۔

دوہرا بیانیہ اور مصلحت پسندانہ اخلاقیات

موجودہ دور میں لگایا جانے والا نعرہ "Love for All, Hatred for None" دراصل ایک "دوہرے اخلاقی نظام" کا شاخسانہ ہے۔ ایک نظام وہ ہے جو مغربی دنیا، میڈیا اور انسانی حقوق کے اداروں کو متاثر کرنے کے لیے "محبت اور امن" کے خوش نما الفاظ سے آراستہ کیا گیا ہے، جبکہ دوسرا نظام وہ ہے جو ان کی اپنی مقدس کتب (روحانی خزائن) میں ایک "زہریلے بیانیے" کی صورت میں آج بھی محفوظ ہے۔ ایک طرف عالمی سطح پر بسوں اور ٹرینوں پر "محبت" کا پیغام عام کیا جاتا ہے، اور دوسری طرف بانیِ سلسلہ کی کتابوں میں مخالفین کو "جہنم کے کتے" اور ان کی عورتوں کو "کتیاں" پکار کر انسانیت کی تذلیل کی جاتی ہے۔[19]

یہ تضاد ثابت کرتا ہے کہ اس تحریک کی بنیادوں میں "محبت" کوئی آفاقی قدر نہیں تھی بلکہ یہ ایک مخصوص گروہ کے لیے مخصوص تھی، جبکہ باقی تمام انسانیت ان کے نزدیک تضحیک اور نفرت کی مستحق تھی۔ جب تذلیلِ انسانیت کو "روحانی خزانہ" قرار دے کر محفوظ کر لیا جائے، تو وہاں سے ایک ایسی لسانی خلیج جنم لیتی ہے جسے دنیا کا کوئی بھی اشتہاری نعرہ نہیں پاٹ سکتا۔ علمی دیانت کبھی اس دوہرے معیار کو قبول نہیں کر سکتی کہ اشتہار میں "محبت" ہو اور اصل تعلیمات میں "خباثت اور لعنت" کا تذکرہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تحریک اپنے بانی کے دور میں نفرت کے جس بیج پر پروان چڑھی تھی، وہ آج بھی ان کی کتب میں ایک ایسی پکار بن کر موجود ہے جو ان کے ہر جدید نعرے کی نفی کرتی ہے۔

تعزیراتِ پاکستان اور مذہبی منافرت کا قانونی تدارک

مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف میں موجود لسانی رویوں کا قانونی جائزہ لیا جائے تو یہ محض ایک اخلاقی مسئلہ نہیں رہتا، بلکہ تعزیراتِ پاکستان (PPC) کی متعدد دفعات کے تحت ایک قابلِ دست اندازی جرم کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295-A خاص طور پر

ان حرکات کا احاطہ کرتی ہے جو کسی بھی طبقے کے مذہبی جذبات کو جان بوجھ کر مجروح کرنے کے لیے کی جائیں۔ اس دفعہ کے مطابق:

> "جو کوئی بھی جان بوجھ کر اور بدنیتی کے ساتھ، تحریر یا تقریر کے ذریعے، کسی بھی طبقے کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے یا ان کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کرنے کی کوشش کرے گا، وہ قانوناً مجرم قرار پائے گا۔"[20]

مرزا صاحب کی تحریروں میں مسلمانوں کے لیے "جہنم کے کتے" اور "مردار خور" جیسے الفاظ اس "بدنیتی اور ارادے" کا منہ بولتا ثبوت ہیں جس کا ذکر تعزیراتِ پاکستان میں ملتا ہے۔ قانونی ماہرین کی رائے کے مطابق، جب کوئی مصلح اپنے مخالفین کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جو معاشرے میں تذلیل اور نفرت کا باعث بنیں، تو وہ "آزادیِ اظہار" (Freedom of Speech) کے دائرے سے نکل کر

"اشتعال انگیزی" کے زمرے میں آجاتا ہے۔ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 298 بھی اسی پہلو کو واضح کرتی ہے کہ کسی بھی شخص کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی غرض سے کہے گئے الفاظ قانونی گرفت میں آتے ہیں۔

نسب پر حملے اور ہتکِ عزت (Defamation) کی قانونی سنگینی

مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنے مخالفین کو "ولد الحرام" اور "ذریت البغایا" کہنا قانونی طور پر "قذف" اور "ہتکِ عزت" کے سنگین زمرے میں آتا ہے۔ ہتکِ عزت کے قوانین کا بنیادی مقصد کسی بھی شہری کی خاندانی ساکھ اور اس کے نسب کا تحفظ کرنا ہوتا ہے۔ پاکستان کے "ڈیفیمیشن آرڈیننس 2002" کے تحت، کسی بھی شخص پر ایسا الزام لگانا جو اس کی ساکھ کو نقصان پہنچائے، ایک دیوانی و فوجداری جرم ہے۔[21]

اسی موضوع پر ۱۹۵۴ء کی منیر انکوائری رپورٹ کا حوالہ بھی معنی خیز ہے، اگرچہ ایک مختلف زاویے سے۔ جسٹس محمد منیر اور جسٹس ایم آر کیانی نے جب ملک کے ۱۱۷ ممتاز علماء سے از خود دریافت کیا کہ 'مسلمان کی تعریف کیا ہے؟' تو رپورٹ کے بقول کوئی دو عالم بھی اس بنیادی مسئلے پر متفق نہ ہو سکے، اور رپورٹ نے یہاں تک لکھا کہ اگر ہر عالم کی اپنی تعریف کو معیار بنایا جائے تو 'ہم سب دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔' یہ تاریخی مشاہدہ بالواسطہ طور پر اس مقالے کے مرکزی استدلال کو تقویت دیتا ہے: جس معاشرے کے علماء خود کسی متفقہ اور تحمل پر مبنی معیار پر متفق نہ ہو سکے ہوں، وہاں مذہبی مناظرے کی زبان کا مزید سخت اور غیر محتاط ہو جانا کوئی حیرت کی بات نہیں — تاہم یہ حقیقت خود اس زبان کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی، بلکہ اسے مزید احتیاط سے پرکھنے کا تقاضا کرتی ہے۔"

عالمی انسانی حقوق کا تناظر اور 'Hate Speech' کا جدید تصور

موجودہ دور میں اقوامِ متحدہ اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے اداروں نے "نفرت انگیز کلام" کی جو تعریف متعین کی ہے، مرزا صاحب کا اسلوبِ بیان اس پر حرف بہ حرف پورا اترتا ہے۔ شہری حقوق کے بین الاقوامی عہد نامے (ICCPR) کے آرٹیکل 20(2) میں صراحت کی گئی ہے:

> "قومی، نسلی یا مذہبی نفرت کی کوئی بھی ایسی حمایت جو امتیازی سلوک، دشمنی یا تشدد پر اکسانے کا باعث بنے، قانوناً ممنوع قرار دی جائے گی۔"[22]

مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ جو ان کے دعووں کو تسلیم نہیں کرتا وہ "خنزیر سے زیادہ پلید" ہے، عملاً "دشمنی اور نفرت پر اکسانے" کا عمل ہے۔ یورپی عدالت برائے انسانی حقوق (ECHR) نے بھی متعدد فیصلوں میں یہ اصول طے کیا ہے کہ مذہبی آزادی کا حق دوسروں کی توہین یا تذلیل کا لائسنس نہیں دیتا۔[23] قادیانی جماعت جب مغرب میں "Love for all" کا نعرہ لگاتی ہے، تو وہ ان بین الاقوامی قوانین کی آڑ میں خود کو مظلوم پیش کرتی ہے، لیکن وہ اس حقیقت سے نظریں چراتی ہے کہ ان کے اپنے بانی کا لٹریچر "Hate Speech" کے اسی معیار پر پورا اترتا ہے جسے مغرب میں ایک اخلاقی اور قانونی جرم مانا جاتا ہے۔

نوآبادیاتی دور کی قانونی خاموشی اور عصر حاضر کا المیہ

ایک نیا اور کلیدی زاویہ یہ ہے کہ برطانوی دورِ اقتدار میں مرزا صاحب کی ان تحریروں پر قانونی گرفت کیوں نہ ہوئی؟ نوآبادیاتی دور کے قوانین دراصل "حاکم اور محکوم" کے تصور پر مبنی تھے، جہاں برطانوی راج کی ترجیح صرف "نظم و ضبط" (Public Order) کو برقرار رکھنا تھا، نہ کہ مقامی باشندوں کی مذہبی یا اخلاقی حرمت کا تحفظ۔ یہی وجہ ہے کہ برطانوی عدالتوں نے مرزا قادیانی کے لسانی تشدد کو اکثر "مذہبی مباحثہ" قرار دے کر نظر انداز کر دیا، جس سے ان کے قلم کو مزید بے باکی ملی۔ تاہم، ایک خود مختار اسلامی

ریاست اور جدید انسانی حقوق کے دور میں، یہ قانونی خاموشی برقرار نہیں رہ سکتی۔ جب ایک گروہ یہ دعویٰ کرے کہ "نفرت کسی سے نہیں"(Hatred for none)، تو اسے اس "قانونی اور اخلاقی ملبے" کا حساب دینا ہوگا جو اس کے بانی کی تحریروں میں موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا کا اسلوبِ خطاب "لسانی جارحیت" کی وہ شکل ہے جو معاشرے میں ہم آہنگی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ قانونی ماہرین کے نزدیک، کسی بھی ایسے لٹریچر کو جو "ذریت البغایا" جیسے الفاظ پر مبنی ہو، کسی بھی مہذب معاشرے میں "مذہبی آزادی" کے نام پر تحفظ فراہم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ تضاد ثابت کرتا ہے کہ قادیانیت کا موجودہ بیانیہ محض ایک تشہیری ضرورت ہے، جبکہ ان کا قانونی و تحریری ورثہ آج بھی تذلیلِ انسانیت اور نفرت انگیز کلام کی گواہی دے رہا ہے۔

سماجی ہم آہنگی کی پامالی اور فکری تضاد کا عروج

کسی بھی تہذیب یافتہ معاشرے میں پائیدار ہم آہنگی کا قیام اس وقت تک ممکن نہیں ہوتا جب تک کہ مختلف نظریات رکھنے والے افراد ایک دوسرے کے وجود، عزتِ نفس اور انسانی حقوق کا غیر مشروط احترام نہ کریں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات کا تنقیدی مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے مذہبی اصلاح کے نام پر ایک ایسے فکری انتشار کی بنیاد رکھی جس نے معاشرتی احترام کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا۔ انہوں نے پوری انسانیت کو دو ایسے طبقات میں تقسیم کر دیا جن کے درمیان مفاہمت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ ایک طرف وہ قلیل طبقہ تھا جو ان پر ایمان لایا اور دوسری طرف وہ عظیم اکثریت تھی جنہیں مرزا نے نہ صرف "کافر" قرار دیا بلکہ ان کی انسانی حیثیت کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ مرزا قادیانی کے ہاں تضحیکِ انسانیت کا یہ رجحان صرف اردو تک محدود نہ تھا بلکہ انہوں نے عربی زبان میں بھی اپنے مخالفین کے لیے وہ الفاظ استعمال کیے جو کسی بھی مصلح کے شایانِ شان نہیں ہو سکتے۔ ان کا یہ عربی شعر لسانی جارحیت کی بدترین مثال پیش کرتا ہے:

"إنّ العدا صاروا خنازير الفلا
ونسائهم من دونهنّ إلا كلب"[24]

"دشمن (ہمارے مخالفین) بیابانوں کے سور ہو گئے ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بھی بڑھ کر (بدتر) ہیں۔"

یہ الفاظ اس ذہنی رویے کی عکاسی کرتے ہیں جہاں مخالف کی پوری نسل، حتیٰ کہ ان کی خواتین کو بھی حیوانی صفات سے متصف کر کے ان کی تحقیر کی جاتی ہے۔ جب ایک تحریک کا بانی اپنے مخالفین کی عورتوں کو "کتیا" قرار دے، تو اس کے پیروکاروں کی جانب سے لگایا جانے والا نعرہ "نفرت کسی سے نہیں"(Hatred for none) ایک کھلے تضاد کے سوا کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ کیا کسی مہذب معاشرے میں ایسی زبان کو "محبت" کا نام دیا جاسکتا ہے؟ یہ فکری تقسیم صرف کتابوں تک محدود نہیں رہی بلکہ اس نے سماجی سطح پر نفرت کی وہ بلند دیواریں کھڑی کر دیں جنہوں نے خاندانوں کو تقسیم اور دلوں کو ایک دوسرے سے بیزار کر دیا۔ اس فکری بگاڑ کا ایک اور تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ قادیانی جماعت ان تمام مغلظات اور دشنام طرازیوں پر مبنی کتب کے مجموعے کو آج بھی "روحانی خزائن" (روحانی خزانے) کے نام سے پکارتی ہے۔ یہ اصطلاح بذاتِ خود ایک عظیم علمی دھوکہ اور فریبِ نظر ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا "روحانی خزانوں" میں گالیاں، تضحیک اور تذلیلِ انسانیت ہی بھری ہوتی ہے؟ مرزا قادیانی نے اپنی اردو تحریروں میں بھی اس اسلوب کو اسی شدت کے ساتھ برقرار رکھا۔ وہ رقمطراز ہے:

"جس کو ہمارے صدق کا علم ہو جائے اور پھر وہ ہماری تصدیق نہ کرے تو وہ اس کو چھوڑے گا نہیں جب تک کہ ولد الحرام نہ بن جائے... جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہو گا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں۔"[25]

یہاں "ولد الحرام" جیسی غلیظ گالی کو اپنی سچائی کا معیار بنانا ثابت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کے ہاں اخلاقیات کا کوئی مستقل ضابطہ موجود نہیں تھا۔ جب تذلیل ہی سچائی کی دلیل بن جائے تو وہاں سے انسانی وقار کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا کے ہاں محبت کا تصور صرف ان کے پیروکاروں تک محدود تھا، جبکہ باقی تمام انسانیت کے لیے ان کے پاس صرف حقارت، بد دعائیں اور نفسیاتی دہشت گردی تھی۔ وہ اپنے مخالفین کی موت کی تمنا کرتے اور اسے اپنی سچائی کا نشان قرار دیتے۔ کسی انسان کی موت پر خوشی منانا اور اسے "خدائی عذاب" قرار دینا اس امن پسندی کے خلاف ایک کھلا احتجاج ہے جس کا دعویٰ آج ان کی جماعت عالمی سطح پر کرتی ہے۔ یہ تضاد ثابت کرتا ہے کہ قادیانیت کا موجودہ نعرہ محض ایک "برانڈنگ" اور عالمی برادری کو متاثر کرنے کا ایک حربہ ہے، جس کا ان کی اصل تعلیمات سے کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ مرزا کی زبان کا ہر لفظ اس حقیقت کی گواہی دیتا ہے کہ ان کی تحریک کی بنیاد ہی دوسروں کے لیے نفرت اور بیزاری پر رکھی گئی تھی۔ جب ایک شخص دوسرے کو "مردار خور" اور "دجالی نسل" پکارے، تو وہ معاشرے میں ہم آہنگی کے بجائے درندگی کے جذبات کو پروان چڑھاتا ہے۔ ان تمام حقائق کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ "محبت سب کے لیے" کا نعرہ ایک ایسی ملمع کاری ہے جو اس لٹریچر کو چھپانے کے لیے کی گئی ہے جو سراسر انسانیت کی تضحیک اور معاشرتی انتشار پر مبنی ہے۔

خلاصہ تحقیق

زیرِ نظر مطالعہ اس فکری حقیقت کو پایہ ثبوت تک پہنچاتا ہے کہ کسی بھی نظریاتی تحریک کی سچائی اور اس کے اخلاقی دعووں کی اصل پہچان ان نعروں سے نہیں ہوتی جو مصلحتاً تشہیر کے لیے وضع کیے جائیں، بلکہ اس کی فکری اساس اس تحریری ورثے میں پوشیدہ ہوتی ہے جو اس کے بانی نے اپنے قلم سے پیچھے چھوڑا ہے۔ عصرِ حاضر میں قادیانی جماعت کی جانب سے پیش کیا جانے والا عالمی نعرہ "محبت سب کے لیے، نفرت کسی سے نہیں" (Love for All, Hatred for None) بظاہر انسانیت نوازی کا ایک پُرکشش بیانیہ محسوس ہوتا ہے، لیکن جب اس کا علمی و معروضی تقابل بانیِ سلسلہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بنیادی تصانیف سے کیا جاتا ہے، تو ایک ایسا گہرا تضاد سامنے آتا ہے جسے کسی بھی علمی تاویل سے چھپانا ممکن نہیں رہتا۔ تحقیق سے یہ امر واضح ہوا ہے کہ مرزا قادیانی کا اسلوبِ خطاب ان اخلاقی، مذہبی اور انسانی معیارات سے مکمل طور پر خالی ہے جن کا دعویٰ آج کے جدید قادیانی بیانیے میں کیا جاتا ہے۔ بانیِ قادیانیت کے لٹریچر میں موجود لسانی رویے، مخالفین کے لیے حیوانوں کی تشبیہات کا استعمال، اور ان کے نسب و پیدائش پر براہِ راست رکیک حملے، اس حقیقت کی گواہی دیتے ہیں کہ ان کے ہاں "محبت" محض اپنے پیروکاروں تک محدود تھی، جبکہ ان سے اختلاف رکھنے والوں کے لیے ان کے پاس صرف تذلیل اور دشنام طرازی کے القابات تھے۔ یہ اسلوبِ بیان نہ صرف نبوی ﷺ کے عالی شان اخلاقی معیار کے منافی ہے، بلکہ دستورِ پاکستان کے آرٹیکل 14 اور اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کے تحت بھی "نفرت انگیز کلام" (Hate Speech) کے زمرے میں آتا ہے۔ مقالے کی بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ 1980ء میں وضع کیا گیا یہ نعرہ دراصل ایک "تاریخی پردہ پوشی" اور "مصلحت پسندانہ برانڈنگ" ہے، جس کا مقصد عالمی سطح پر اپنی ساکھ کو بہتر بنانا اور بانی کے لٹریچر میں موجود تلخ حقائق سے توجہ ہٹانا ہے۔ علمی دیانت کا تقاضا ہے کہ کسی بھی تحریک کی حقیقت کو اس کے اصل مصادر کی روشنی میں پرکھا جائے، جہاں تضحیکِ انسانیت کو

”روحانی خزائن“ کا نام دے کر محفوظ کیا گیا ہو۔ جب تذلیلِ مخالف ہی سچائی کی دلیل بن جائے، تو وہاں سے مصلحانہ مشن کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سچی اصلاح اور عالمگیر محبت نعروں کی محتاج نہیں ہوتی، بلکہ وہ اس پاکیزہ زبان اور بلند اخلاق میں پوشیدہ ہوتی ہے جس کی تعلیم اسلام کے سچے پیغمبر ﷺ نے دی تھی۔ بانیِ قادیانیت کا اسلوبِ خطاب اس نبوی ﷺ معیارِ اخلاق کی سب سے بڑی تردید ہے، اور یہی وہ تضاد ہے جو اس تحریک کے پورے اخلاقی ڈھانچے کو ایک ایسی علمی شکست سے دوچار کر دیتا ہے جس کا اعتراف خود ان کے اپنے خلفاء کی تحریروں میں بھی جابجا ملتا ہے۔ یہ جائزہ جذباتی ردِ عمل کے بجائے علمی استدلال کے ذریعے ایک معروف بیانیے کے پیچھے چھپی حقیقت کو سمجھنے کی ایک سنجیدہ کوشش ہے، جو قاری کو اس دعوے اور حقیقت کے درمیان موجود فاصلے کو سمجھنے کی دعوت دیتی ہے۔

سفارشات

- کسی بھی مذہبی یا سماجی تحریک کے فکری ارتقاء کا مطالعہ کرتے وقت محض عصری اشتہاری نعروں کے بجائے اس کے بانی کے بنیادی لٹریچر اور متونِ اصلیہ کو تحقیق کی بنیاد بنایا جائے تا کہ ظاہری ملمع سازی اور فکری حقیقت کا فرق واضح ہو سکے۔
- بین المذاہب ہم آہنگی کے عالمی مشن کو پائیدار بنانے کے لیے ایسے ضوابط وضع کیے جائیں جہاں کسی بھی گروہ کو "محبت" کے لبادے میں دیگر مذاہب کی مقدس ہستیوں کی تضحیک یا ان کے خاندانوں کی کردار کشی کی قطعاً اجازت نہ ہو۔
- انسانی حقوق کے عالمی ادارے "نفرت انگیز کلام" (Hate Speech) کی قانونی تعریف کو وسعت دیتے ہوئے ان مذہبی تحریروں کو بھی اس کے زمرے میں لائیں جو بظاہر الہام کی آڑ میں انسانی نسب پر حملہ کرتی ہوں یا مخالفین کو حیوانی صفات سے متصف کرتی ہوں۔
- دستورِ پاکستان کے آرٹیکل 14 کے تحت انسانی وقار کے تحفظ کو عملی طور پر یقینی بنانے کے لیے تعزیراتی قوانین کو مزید فعال کیا جائے تا کہ معاشرے میں تذلیلِ انسانیت پر مبنی کسی بھی نوعیت کے لٹریچر کی تشہیر کا قانونی تدارک ممکن ہو سکے۔
- اعلیٰ تعلیمی اداروں کے نصاب میں "مذہبی لسانیات اور اخلاقیات" جیسے موضوعات متعارف کروائے جائیں تا کہ نئی نسل میں خوش نما نعروں اور اصل لٹریچر کے مابین موجود فکری و لسانی تضادات کو سمجھنے کا تنقیدی و معروضی شعور پیدا ہو۔
- مقامی اور عالمی سطح پر علمی و تحقیقی حلقوں کو چاہیے کہ وہ بانیِ قادیانیت کے اصل لٹریچر کا عالمی زبانوں میں ترجمہ کر کے انسانی حقوق کے اداروں تک پہنچائیں تا کہ "محبت سب کے لیے" جیسے دعووں اور حقائق کے باہمی تصادم کا علمی و قانونی ادراک ہو سکے۔
- ایسی مذہبی تعلیمات کی ریاستی اور سماجی سطح پر حوصلہ شکنی کی جائے جو نظریاتی اختلاف کی بنا پر "سماجی مقاطعہ" یا "نماز و جنازہ سے ممانعت" جیسے اقدامات کے ذریعے معاشرے میں انتہا پسندی اور فکری تقسیم کا باعث بنتی ہوں۔
- محققین کو غیر جانبدارانہ اور معروضی تحقیق کی ترغیب دی جائے تا کہ مذہبی بیانیوں کا سنجیدہ جائزہ جذباتی ردِ عمل کے بجائے علمی شواہد، تاریخی حقائق اور انسانی وقار کے آفاقی اصولوں کے تناظر میں لیا جا سکے۔

مصادر و مراجع

- القرآن الکریم
- آئینِ پاکستان (1973ء)، دستورِ جمہوریہ پاکستان، وزارتِ قانون و انصاف، حکومتِ پاکستان، اسلام آباد، 2022ء
- ابنِ ماجہ، امام محمد بن یزید، سنن ابنِ ماجہ، ریاض: دارالسلام پبلیکیشنز، 1999ء
- ابو داؤد، امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2005ء
- ارشد، مولانا عبد الرشید، مرزا قادیانی کے معاندانہ اسلوب کا تجزیہ، اکوڑہ خٹک: الحق اکیڈمی، 1990ء
- اصفہانی، امام راغب، مفردات القرآن، مترجم: مولانا محمد عبدہٗ، لاہور: اہل حدیث اکیڈمی، 1971ء
- اقوامِ متحدہ، انسانی حقوق کا عالمی منشور (UDHR)، جنیوا: اقوامِ متحدہ سیکرٹریٹ، 1948ء
- اللہ وسایا، مولانا، تحریکِ ختمِ نبوت (جلد اول و دوم)، ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، 2010ء
- انور شاہ کشمیری، علامہ، عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام، کراچی: مجلس علمی، 1992ء
- بخاری، امام محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، مترجم: مولانا داؤد راز، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، 2004ء
- برطانوی حکومت، انڈین پینل کوڈ (1860ء)، (تعزیراتِ پاکستان)، لاہور: لاء بک ہاؤس، 2018ء
- ترمذی، امام محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، لاہور: دارالسلام پبلیکیشنز، 1999ء
- ثناءاللہ امرتسری، مولانا، تاریخ مرزا، امرتسر: مطبع ثنائی، 1919ء
- ثناءاللہ امرتسری، مولانا، فاتح قادیان، لاہور: مرکزی انجمن اہل حدیث، 1985ء
- جسٹس محمد منیر، منیر انکوائری رپورٹ (1954)، لاہور: حکومتِ پنجاب، 1954ء
- خالد، محمد متین، قادیانی اخلاق (بانیِ قادیانیت کی گالیاں)، لاہور: علم و عرفان پبلشرز، 2004ء
- خطیب، علامہ محب الدین، القادیانیہ (عربی)، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1980ء
- سپریم کورٹ آف پاکستان، ڈیفیمیشن آرڈیننس (2002ء)، لاہور: ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن، 2002ء
- شفیع عثمانی، مفتی محمد، ختمِ نبوت، کراچی: ادارہ معارف القرآن، 1998ء
- شوکانی، امام محمد بن علی، الارشاد الی طریق الاجتھاد، بیروت: دار الکتب، 1994ء
- صدیقی، ڈاکٹر مقتدیٰ، لسان القران اور مرزا قادیانی کا اسلوب، کراچی: مجلسِ معارفِ اسلامی، 1991ء
- عباس، ڈاکٹر غلام، قادیانی لٹریچر کا تنقیدی و لسانی مطالعہ، لاہور: شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی، 2012ء
- غازی، ڈاکٹر محمود احمد، محاضراتِ سیرت، لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، 2015ء
- غزنوی، عبد الحق، الحجۃ البالغہ فی رد القادیانیہ، امرتسر: مطبع غزنوی، 1893ء
- قادیانی، مرزا بشیر الدین محمود، انوارِ خلافت، مندرجہ انوار العلوم، ج3 (ربوہ: ضیاء الاسلام پریس، 1988ء)
- قادیانی، مرزا بشیر الدین محمود، انوار العلوم (مجموعہ تصانیف)، ربوہ: ضیاء الاسلام پریس، 1988ء
- قادیانی، مرزا غلام احمد، آئینہ کمالاتِ اسلام، مندرجہ روحانی خزائن، ج5 (لندن: اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، 1984ء)
- قادیانی، مرزا غلام احمد، انجامِ آتھم، مندرجہ روحانی خزائن، ج11 (لندن: اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، 1984ء)
- قادیانی، مرزا غلام احمد، انوارُ الاسلام، مندرجہ روحانی خزائن، ج9 (لندن: اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، 1984ء)
- قادیانی، مرزا غلام احمد، ازالہ اوہام، مندرجہ روحانی خزائن، ج3 (لندن: اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، 1984ء)
- قادیانی، مرزا غلام احمد، اربعین (نمبر 1 تا 4)، مندرجہ روحانی خزائن، ج17 (لندن: اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، 1984ء)
- قادیانی، مرزا غلام احمد، اعجازِ احمدی، مندرجہ روحانی خزائن، ج19 (لندن: اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، 1984ء)
- قادیانی، مرزا غلام احمد، براہینِ احمدیہ، مندرجہ روحانی خزائن، ج1 و 21 (لندن: اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، 1984ء)

- قادیانی، مرزا غلام احمد، چشمہ معرفت، مندرجہ روحانی خزائن، ج23(لندن: اسلام انٹر نیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، 1984ء)
- قادیانی، مرزا غلام احمد، حجۃ اللہ، مندرجہ روحانی خزائن، ج12(لندن: اسلام انٹر نیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، 1984ء)
- قادیانی، مرزا غلام احمد، خطبہ الہامیہ، مندرجہ روحانی خزائن، ج16(لندن: اسلام انٹر نیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، 1984ء)
- قادیانی، مرزا غلام احمد، روحانی خزائن (مجموعہ 23 جلدات)، لندن: اسلام انٹر نیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، 1984ء
- قادیانی، مرزا غلام احمد، ست بچن، مندرجہ روحانی خزائن، ج10(لندن: اسلام انٹر نیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، 1984ء)
- قادیانی، مرزا غلام احمد، ضمیمہ انجام آتھم، مندرجہ روحانی خزائن، ج11(لندن: اسلام انٹر نیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، 1984ء)
- قادیانی، مرزا غلام احمد، کشتیِ نوح، مندرجہ روحانی خزائن، ج19(لندن: اسلام انٹر نیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، 1984ء)
- قادیانی، مرزا غلام احمد، نجم الہدیٰ، مندرجہ روحانی خزائن، ج14(لندن: اسلام انٹر نیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، 1984ء)
- قادیانی، مرزا غلام احمد، نور الحق، مندرجہ روحانی خزائن، ج8(لندن: اسلام انٹر نیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، 1984ء)
- لودھیانوی، مولانا محمد یوسف، تحفہ قادیانیت (جلد 1 تا6)، کراچی: مکتبہ لدھیانوی، 1995ء
- مبشر، ڈاکٹر بشیر احمد، قادیانیت: تجزیہ و مطالعہ، لاہور: بیت الحکمت، 2003ء
- مسلم، امام ابن الحجاج، صحیح مسلم، ریاض: دارالسلام پبلیکیشنز، 1998ء
- مودودی، سید ابو الاعلیٰ، قادیانی مسئلہ، لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1953ء
- ندوی، سید ابو الحسن علی، القادیانیۃ: دراسۃ و تحلیل، کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1982ء
- نسائی، امام احمد بن شعیب، سنن نسائی، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2006ء
- یحییٰ بختیار، قادیانی مسئلہ پر قومی اسمبلی میں بحث (مکمل کارروائی)، اسلام آباد: قومی اسمبلی سیکرٹریٹ، 2012ء

---

[1] Review of Religions, March 2008, p. 52
[2] Al-Qur'ān, 2:83.
[3] Muḥammad bin Ismā‘īl al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār Ṭawq al-Najāh, 1422 AH) Kitāb al-Adab, Bāb Mā Yunhā min al-Sibāb wa-al-La‘n, Ḥadīth No. 6044.
[4] Muḥammad bin ‘Īsā al-Tirmidhī, *Sunan al-Tirmidhī* (Cairo: Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī, 1975) Abwāb al-Birr wa-al-Ṣilah, Bāb Mā Jā’a fī al-La‘nah, Ḥadīth No. 1977.
[5] Mirzā Ghulām Aḥmad Qādiyānī, *Anjām-i-Ātham*, mundarijah *Rūḥānī Khazā’in (Majmū‘ah Taṣānīf)* (London: Islam International Publications Limited, 1984) vol. 11, p. 337; nīz Ṭab‘-i-Awwal (Qadian: Ḍiyā’ al-Islām Press, 1897) p. 53.
[6] *Anjām-i-Ātham,* p. 21, mundarijah *Rūḥānī Khazā’in*, vol. 11, p. 305.
[7] Mirzā Ghulām Aḥmad Qādiyānī, *Anwār al-Islām*, mundarijah *Rūḥānī Khazā’in (Majmū‘ah Taṣānīf)* (London: Islam International Publications Limited, 1984) vol. 9, p. 31; nīz Ṭab‘-i-Awwal (Sialkot: Punjab Press, 1894) p. 30.
[8] Mirzā Ghulām Aḥmad Qādiyānī, *I‘jāz-i-Aḥmadī*, mundarijah *Rūḥānī Khazā’in (Majmū‘ah Taṣānīf)* (London: Islam International Publications Limited, 1984) vol. 19, p. 188; nīz Ṭab‘-i-Awwal (Qadian: Ḍiyā’ al-Islām Press, 1902) p. 75.
[9] Mirzā Ghulām Aḥmad Qādiyānī, *I‘jāz-i-Aḥmadī*, mundarijah *Rūḥānī Khazā’in*, vol. 19, p. 196; nīz Ṭab‘-i-Awwal, pp. 83/92.
[10] Mirzā Ghulām Aḥmad Qādiyānī, *Anjām-i-Ātham*, mundarijah *Rūḥānī Khazā’in* (London: Islam International Publications Limited, 1984) vol. 11, pp. 241–242; nīz Ṭab‘-i-Awwal (Qadian: Ḍiyā’ al-Islām Press, 1897) p. 241.

[11] Mirzā Ghulām Aḥmad Qādiyānī, *Anjām-i-Ātham*, mundarijah *Rūḥānī Khazā'in (Majmū'ah Taṣānīf)* (London: Islam International Publications Limited, 1984) vol. 11, p. 330; nīz Ṭab'-i-Awwal (Qadian: Ḍiyā' al-Islām Press, 1897) p. 46.

[12] Mirzā Ghulām Aḥmad Qādiyānī, *Ḥujjatullāh*, mundarijah *Rūḥānī Khazā'in* (London: Islam International Publications Limited, 1984) vol. 12, p. 236; nīz Ṭab'-i-Awwal (Qadian: Ḍiyā' al-Islām Press, 1897) p. 18.

[13] Mirzā Bashīr al-Dīn Maḥmūd, *Anwār-i-Khilāfat*, mundarijah *Anwār al-'Ulūm (Majmū'ah Taṣānīf)* (Rabwah: Ḍiyā' al-Islām Press, 1988) vol. 3, p. 149.

[14] Mirzā Ghulām Aḥmad Qādiyānī, *Anwār al-Islām*, mundarijah *Rūḥānī Khazā'in*, vol. 9, p. 31.

[15] *The Constitution of the Islamic Republic of Pakistan*, 1973, Article 14 (1).

[16] Mirzā Bashīr al-Dīn Maḥmūd, *Anwār-i-Khilāfat*, mundarijah *Anwār al-'Ulūm* (Rabwah: Ḍiyā' al-Islām Press, 1988) vol. 3, p. 80; nīz *Anwār-i-Khilāfat*, p. 20.

[17] Mirzā Ghulām Aḥmad Qādiyānī, *Arba'īn (No. 4)*, mundarijah *Rūḥānī Khazā'in (Majmū'ah Taṣānīf)* (London: Islam International Publications Limited, 1984) vol. 17, p. 471.

[18] Mirzā Bashīr al-Dīn Maḥmūd, *Anwār-i-Khilāfat*, mundarijah *Anwār al-'Ulūm (Majmū'ah Taṣānīf)* (Rabwah: Ḍiyā' al-Islām Press, 1988) vol. 3, p. 80.

[19] Mirzā Ghulām Aḥmad Qādiyānī, *Najm al-Hudā*, mundarijah *Rūḥānī Khazā'in* (London: Islam International Publications Limited, 1984) vol. 14, p. 53.

[20] The Pakistan Penal Code (PPC), Act No. XLV of 1860, Section 295-A

[21] The Defamation Ordinance, 2002, Section 3 (Publication of Defamatory Matter

[22] International Covenant on Civil and Political Rights (ICCPR), Article 20, Clause 2 (United Nations, 1966

[23] European Court of Human Rights (ECHR), Case of E.S. v. Austria (2018), Application no. 38450/12

[24] Mirzā Ghulām Aḥmad Qādiyānī, *Najm al-Hudā*, mundarijah *Rūḥānī Khazā'in (Majmū'ah Taṣānīf)* (London: Islam International Publications Limited, 1984) vol. 14, p. 53.

[25] Mirzā Ghulām Aḥmad Qādiyānī, *Anwār al-Islām*, mundarijah *Rūḥānī Khazā'in* (London: Islam International Publications Limited, 1984) vol. 9, p. 31.